نے جواب میں کہا کہ اگر آپ کسی دور کے اور دشمن کے لئے کہتے تو بھی ہم مانتے اور ایسے شخص کیلئے کیسے نہیں کریں گے جو آپ کا محبوب اور قریبی ہے۔

ان دو روائتوں کے بعد اسی کتاب طبقات ابن سعد میں جو تیسری روائت ہے وہ خاصی طویل اور پہلی روائت کا تتمہ ہے اس میں پہلے تو یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو طالب کو یہ بتایا کہ حضرت خدیجہؓ نے دوسروں کے مقابلہ میں ان کی اجرت دگنی مقرر کی ہے تو انہوں نے خوش ہو کر فرمایا یہ اللہ کی طرف سے ہے، دوسری بات اس میں یہ ہے کہ پھر آنحضرت، حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام گئے اور وہاں خرید و فروخت کی اور دوسروں کے مقابلہ میں ڈبل نفع ہوا۔ جب واپس آئے اور حضرت خدیجہؓ کو دوگنا نفع بتلایا تو وہ خوش ہوئیں اور جو اجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر ہوئی تھی اسے دوگنا کر دیا۔ تیسری بات اس روایت میں یہ کہ آنحضرتؐ جب ملک شام کے مقام بُصریٰ پہنچے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کیا وہاں نسطورا نامی ایک عیسائی راہب تھا جو میسرہ کو جانتا تھا۔ اس نے میسرہ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ یہ دوسرے صاحب کون ہیں۔ میسرہ نے جب نام پتہ بتلایا تو اس نے کہا کہ یہ اللہ کے وہ آخری نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی اور یہ کہ اس درخت کے نیچے نبی کے سوا اور کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ چوتھی بات یہ کہ جب دوپہر کی دھوپ میں آپؐ سفر کر رہے ہوتے تو آپ پر دو فرشتے سایہ کرتے۔ یہ چیز حضرت میسرہ نے بھی بار بار دیکھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عین دوپہر کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے تھے تو حضرت خدیجہؓ نے بھی دیکھی۔ درآنحالیکہ وہ بالاخانے سے باہر کی طرف دیکھ رہی تھیں اور وہ اس چیز سے بہت متأثر ہوئیں۔

آپ نے غور فرمایا کہ طبقات ابن سعد کی ان مذکورہ روائتوں میں نہ صرف یہ کہ ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو معاشی معاملہ کیا تھا وہ قراض و مضاربت کا معاملہ تھا بلکہ اس کے برعکس ان روائتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ متعیّن اجرت پر کام کرنے کا معاملہ تھا اور یہ کہ سفر شام کے لئے جو اجرت مقرر ہوئی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار جوان اونٹ تھی۔

اب دوسری قدیم اور مستند کتاب سیرۃ النبویۃ لابن ہشام کی عبارت ملاحظہ فرمائیے!

قال ابن اسحاق: وکانت خدیجۃ بنت خویلد امرأۃ تاجرۃ ذات

شرف ومال تستأجر الرجال في مالها وتضاربهم اياه بشيئ تجعله لهم وكانت قريش قوما تجارا، فلما بلغها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بلغها من صدق حديثه وعظم امانته وكرم اخلاقه بعثت اليه فعرضت عليه ان يخرج في مالها الى الشام تاجرا وتعطيه افضل ما كانت تعطي غيره من التجار مع غلام لها يقال له ميسرة، فقبله رسول الله صلى الله عليه وسلم منها وخرج في مالها ذلك وخرج معه غلامها ميسرة حتى قدم الشام.... .... ثم باع رسول الله صلى الله عليه وسلم سلعته التي خرج بها واشترى ما اراد ان يشتري، ثم اقبل قافلا الى مكة ومعه ميسرة۔ فلما قدم مكة على خديجة بمالها باعت ما جاء به فاضعفا او قريبا۔ ص ۱۹۹ ج ۱، سیرت ابن ہشام

(ترجمہ) محمد بن اسحاق نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت خدیجہؓ بنت خویلد ایک ایسی تاجرہ خاتون تھیں جو شرافت کے ساتھ بڑی مالدار بھی تھیں۔ اپنی تجارت میں واقف کار مردوں سے متعین اجرت پر بھی کام لیا کرتی تھیں اور اپنا مال ان کو بطور مضاربت منافع کے ایک حصہ پر بھی دیا کرتی تھیں اور قریش تو تقریباً سب ہی تجارت پیشہ لوگ تھے، جب حضرت خدیجہؓ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت راست گو، بڑے امانتدار اور اعلیٰ درجے کے کریم الاخلاق ہیں تو اس نے آپؐ کے پاس کسی کو بھیجا اور یہ پیشکش کی کہ اگر آپ بحیثیت تاجر کے میرے غلام میسرہ کے ساتھ مال کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں ملک شام جانا چاہیں تو میں آپ کو اس معاوضے سے کہیں زیادہ دوں گی جو دوسرے تاجروں کو دیتی ہوں، آپ نے پیشکش قبول فرمائی اور میسرہ کے ہمراہ شام تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر وہ مال و سامان فروخت کیا جو ساتھ لے گئے تھے اور دوسرا مال و سامان خریدا جو ساتھ لانا چاہتے تھے، پھر میسرہ واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مال لے کر حضرت خدیجہؓ کے پاس مکہ مکرمہ میں آئے اور انہوں نے وہ مال بیچا تو وہ مال دگنا یا تقریباً دگنا ہو گیا یعنی اصل سرمایہ بڑھ کر ڈبل ہو گیا۔

سیرت ابن ہشام کی اس روائت میں تُضَارِبُهُم کا جو لفظ ہے اس سے یہ سمجھا گیا

کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم سے جو معاملہ کیا وہ مضاربت کا معاملہ تھا حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ "تُضَارِبُهُمْ" سے پہلے "تستأجر الرجال فی مالها" کے الفاظ بھی ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت خدیجہؓ لوگوں سے دو طرح کا معاملہ کیا کرتی تھیں۔ ایک متعین اجرت پر اور دوسرے مضاربت پر، اور یہ مطلب دوسری روائتوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معاملہ طے پایا تھا وہ پہلی قسم کا معاملہ تھا یا دوسری قسم کا؟ تو قطع نظر اس سے کہ دوسری روایات میں اس کی واضح تصریح ہے کہ یہ معاملہ پہلی قسم کا تھا دو اونٹوں یا چار اونٹوں کے بدلے طے ہوا تھا۔ خود اس روائت میں بھی ایسے شواہد موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ معاملہ مضاربت کا معاملہ نہ تھا بلکہ متعین اجرت پر کام کرنے کا معاملہ تھا اوّل یہ کہ اس روائت میں ہے کہ اس تجارتی سفر میں حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے غلام میسرہ کو بھیجا جو گویا حضرت خدیجہؓ کی طرف سے آپؐ کے ساتھ شریکِ کار تھا جبکہ مضاربت میں یہ درست نہیں ہوتا کہ رب المال خود یا اس کا نمائندہ مضاربت عامل کے ساتھ شریکِ کار ہو، دوم یہ کہ اس روائت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عیر یعنی اونٹوں پر لدے ہوئے سامانِ تجارت کے ساتھ شام بھیجا اور آپؐ نے وہاں پہنچ کر پہلے اس سامان تجارت کو فروخت کیا اور پھر دوسرا سامان تجارت مکہ مکرمہ لانے کے لئے خریدا، اور مکہ مکرمہ پہنچ کر وہ سامان حضرت خدیجہؓ کے حوالے کیا جو انہوں نے خود فروخت کیا، حالانکہ مضاربت میں یہ درست نہیں ہوتا کہ ربّ المال، مضارب عامل کو سامان تجارت کی شکل میں مال دے بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ نقد دراہم و دنانیر کی شکل میں مال دے اور سامانِ تجارت خریدنے اور بیچنے کی ذمّہ داری اس پر ڈالے اور اسے اس امر کی پوری آزادی دے کہ وہ خود خریدے اور خود بیچے۔

اب کچھ وہ روایات ملاحظہ فرمائیے جن میں نہائت واضح طور پر صاف الفاظ میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کے درمیان جو معاملہ طے پایا تھا وہ متعین اجرت پر تجارتی سفر کرنے کا معاملہ تھا ان میں سے ایک روائت پیچھے طبقات ابن سعد کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ دوسری المستدرک للحاکم کی یہ روائت ہے جو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے، یہ روائت السنن الکبریٰ للبیہقی میں بھی مذکور ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال استأجرت خدیجۃ رضی اللہ عنہا

رسول الله صلی الله علیه وسلم سفرتین الی جُرش کل سفرة بقلوص. هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه.

ص ۱۸۲ ج ۳ ۔ ص ۱۱۸ ج ۶ السنن الکبریٰ

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے متعین اجرت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ مقام جُرش کی طرف سفرِ تجارت کا معاملہ کیا۔ ہر سفر ایک جوان اونٹنی کے بدلے۔ (یہ صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی)

جُرش ملکِ یمن کی ایک جگہ کا نام ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کے لئے یمن کی طرف بھی دو تجارتی سفر کئے، ہو سکتا ہے کہ یہ شام کے سفر سے پہلے ہوئے ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث جو امام بیہقی کے حوالے سے ابن کثیر نے سیرۃ النبویۃ اور البدایہ والنہایہ میں نقل کی ہے، اس طرح ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آجرت نفسي من خديجة سفرتين بقلوص . ص ۲۶۶ ج ۱ السیرۃ النبویہ۔ ص ۲۹۵ ج ۲ البدایہ والنہایہ۔ ص ۱۱۸ ج ۶ السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الاجارة۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خدیجہؓ سے دو مرتبہ متعین اجرت پر تجارتی سفر کا معاملہ کیا، ہر سفر بعوض ایک جوان اونٹنی کے۔

واضح رہے کہ امام بیہقی نے مذکورہ دونوں روایتیں کتاب الاجارہ میں نقل کی ہیں، کتاب القراض میں نقل نہیں کیں۔

علامہ ابن سید الناس نے اپنی کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" میں ابن شہاب الزہری کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن شهاب الزهري قال لما استوى رسول الله صلى الله عليه وسلم وبلغ اشده وليس له كبير مال استأجرته خديجة بنت خويلد

الی سوق حباشۃ وھو سوق بتھامۃ واستأجرت معہ رجلاً آخر من قریش. فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یحدث عنھا ما رأیت من صاحبۃ لاجیر خیراً من خدیجۃ ما کنا نرجع انا وصاحبی الا وجدنا عندھا تحفۃ من طعام تخبوءہ لنا.

ص ۵۰ ج ۱

ابن شہابؒ زہری نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوانی کو پہنچے آپ کے پاس زیادہ مال نہ تھا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ سے متعین اُجرت پر بازار حباشہ کی طرف تجارتی سفر کا معاملہ کیا اور آپ کے ساتھ ایک قریشی سے بھی اسی طرح کا معاملہ کیا۔ ایک موقع پر اس ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے اجیر کے ساتھ حسن معاملہ میں خدیجہؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ ہم جب کبھی بھی لوٹ کر ان کے پاس جاتے ہیں تو ان کے پاس اپنے لئے کھانے کی کسی چیز کا تحفہ پاتے ہیں جو اس نے ہمارے لئے محفوظ رکھا ہوتا ہے۔

ابن شہاب زہری کی اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ جو تجارتی کام کیا تھا بحیثیت اجیر کے متعین اجرت پر کیا تھا بحیثیت مضارب کے نفع کے ایک حصہ پر نہیں کیا تھا۔

السیرۃ الحلبیہ جس کا اصل نام "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون" ہے میں ایک روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ سفر شام سے واپسی پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کے قریب مر الظہران جو اب وادیٔ فاطمہ کے نام سے مشہور ہے تو میسرہ نے آپؐ سے کہا: ھل لک ان تسبقنی الی خدیجۃ فتخبرھا بالذی جری، لعلھا تزیدک بکرۃ الی بکرتیک، وفی روایۃ تخبرھا بما صنع اللہ تعالٰی لھا علی وجھک"

ترجمہ: کیا آپ کے لئے یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مجھ سے پہلے حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچ جائیں اور اسے اس غیر معمولی منافع کی خبر دیں جو آپ کی بدولت اس کو حاصل ہوا ہے شائد کہ وہ خوش ہو کر آپ کی اجرت کے دو اونٹوں کے ساتھ بطور انعام تیسرے اونٹ کا اضافہ کر دے۔

اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو تجارتی معاملہ سفر شام سے متعلق ہوا تھا وہ متعین اجرت پر ہوا تھا، اس روایت کے مطابق دو جوان

اونٹوں پر اور ابن سعد کی روایت کے مطابق چار اونٹوں پر ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو طالب کی جو بات پہلے حضرت خدیجہؓ سے دو کی بجائے چار اونٹوں پر ہوئی تھی اس کا علم میسرہ غلام کو نہ ہو اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ جس طرح دوسرے شخص سے دو اونٹوں پر معاملہ ہوا ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دو ہی اونٹوں پر معاملہ ہوا ہوگا۔ لہٰذا ان دو روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

سیرت حلبیہ میں علامہ مقریزی کی کتاب امتاع الاسماع سے جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: وآجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ من خدیجۃ سفرتین بقلوصین اور اجرت پر معاملہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ دو تجارتی سفروں میں دو جوان اونٹنیوں کے بدلے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اس تجارتی معاملہ سے متعلق جو اعلانِ نبوت سے بہت عرصہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مابین طے پایا تھا، جو مختلف روایات ملتی ہیں ان کے مجموعے سے دو باتیں صریح اور قطعی طور پر سامنے آتی ہیں: ایک یہ کہ حضرت خدیجہؓ اپنی تجارت کے سلسلہ میں دوسروں سے جو کام لیتی تھیں وہ دو طرح پر تھا ایک متعین اجرت پر اور دوسرے مضاربت پر، اور دوسری بات یہ کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تجارتی کام لیا وہ متعین اجرت پر تھا۔ مضاربت پر نہ تھا۔

لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ جن سیرت نگار حضرات نے یہ لکھا ہے کہ وہ معاملہ مضاربت کا معاملہ تھا۔ ان کے سامنے اس معاملہ سے متعلق سب روایات نہ تھیں بلکہ صرف سیرت ابن ہشام کی روایت تھی اور وہ بھی 'نامکمل'، ورنہ وہ کبھی یہ نہ لکھتے کہ وہ معاملہ مضاربت کا معاملہ تھا۔ اور پھر کسی ایک نے ایک بات بلا تحقیق لکھ دی تو دوسرے اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ اور یہ بات اتنی مشہور ہوگئی کہ گویا وہی اصل حقیقت ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

تبصرۂ کُتب

نام کتاب = سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ
مصنّف = مولانا شمس الحق افغانی
ناشر = ادارۃ البحوث والدعوۃ الاسلامیہ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری کوہاٹ -
صفحات = ۱۶۰ قیمت مع پلاسٹک کور = ۱۴ روپے

زیرِ نظر کتاب کا پیش لفظ مولانا مفتی محمود مرحوم کا لکھا ہُوا ہے - اور اس کی نئی ترتیب مولانا نصیب علی شاہ بخاری نے دی ہے - اس کتاب میں جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظامِ معیشت کا اسلامی نظامِ معیشت سے موازنہ کیا گیا ہے اور کتاب و سنّت سے استشہاد کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا نظامِ معیشت دُنیا کے ان دونوں بڑے نظاموں سے ہر لحاظ سے برتر صحیح اور کامل ہے - البتہ کتاب کے آخری حصّہ چہارم میں بعض ایسی فلسفیانہ بحثیں موجود ہیں جن کا موضوع سے خاص تعلق نہیں ہے - اکثر حوالوں میں بھی اخبارات اور جرائد پر اعتماد کیا گیا ہے - بہرحال مجموعی طور پر یہ کتاب اسلام کے نظامِ معیشت کو دنیا کے دوسرے نظامہائے معیشت کے تقابل میں سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے -

(۲)

نام کتاب = ارکانِ اسلام
مرتّب = مولانا اشرف علی قریشی
ناشر = جامعہ اشرفیہ، پشاور (پاکستان)
صفحات = ۶۷۰ قیمت = ۵۰ روپے

زیرِ نظر کتاب میں اسلام کے بنیادی ارکان — نماز، زکوٰۃ، حج اور روزے

کے فضائل و مسائل کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف اوقات و مقامات کے لحاظ سے بہت سی مسنون دُعائیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ کتاب کے آخر میں دعوتِ دین سے متعلق چند مفید باتیں بھی درج ہیں۔ قرآن و حدیث سے جگہ جگہ حوالے نقل کئے گئے ہیں اور فقہی مسائل میں فقۂ حنفی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

عام مسلمانوں میں دین سے غفلت اور لاپرواہی کے اس دور میں ایسی کتاب یقیناً ہدایتِ دین کے پہلو سے نہایت مفید اور بابرکت ہے۔ مگر کتاب کے آخری حصے میں "بدعتی سے سلوک" اور "بدعتی کا احترام" جیسے عنوانات کے ذیل میں کچھ متشددانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے عامۃ المسلمین کے لئے بہت نافع اور قابلِ مطالعہ و عمل ہے۔

(٣)

نام کتاب = بازارِ رشوت
مصنف = منشی عبدالرحمٰن خان
ناشر = صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازا۔ نشتر روڈ۔ کراچی ۵
صفحات = ١٧٦
قیمت = ١٢ روپے

اس کتاب میں رشوت کی بے شمار صورتوں پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ ہمارے پاکستانی معاشرے میں یہ لعنت روزِ اوّل ہی سے موجود ہے اور اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ رشوت کے مفاسد ظاہر ہیں۔ قرآن و حدیث کی رُو سے رشوت کی ہر صورت حرام ہے۔ موجودہ حکومت نے اس بُرائی کو ختم کرنے کے لئے صرف نوٹوں پر یہ عبارت تحریر کرا دی ہے کہ "حصولِ رزقِ حلال عین عبادت ہے"۔ اور بس۔ اور اس لعنت کو ختم کرنے سے اپنی بے بسی کا اظہار کئی مواقع پر کر دیا ہے۔ یہاں تک معصومانہ طور پر کہہ دیا ہے کہ "اب تو رشوت کا ریٹ کئی گنا بڑھ گیا ہے"۔